

اضطراب اور پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا کہ اس عجیب واقعہ پر قوم بہتان تراشنے لگی جب کہ وہ اس راز کی حقیقت سے نا آشنا ہے۔

اسی خدشے کے پیش نظر حضرت مریمؑ ہیکل سے نکل کر بیت لحم چلی گئیں، ہیکل سے زمیل دور کرہ سڑک (ساعیر) کے ٹیلے پر پہنچ گئیں۔ دروازہ کی تکلیف و آزار نش اور غیر معمولی اضطراب کے خوف سے گھبرائے تنے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور آنے والی ساعتوں کا انتظار کرنے لگیں۔ پریشانی میں پکار اٹھیں: ”کاش میں اس سے پہلے ہی مرچکی ہوتی اور میرا نام و نشان نہ رہتا۔“

حضرت عیسیٰؑ متولد ہوئے اور حضرت مریمؑ فوتائیدہ بچے کو لیکر قوم کے پاس گئیں۔ لوگ پرہگونیائیں بکرنے لگے اور انہوں نے کہا:

”اے مریم! یہ تو نے بڑا باپ کر ڈالا۔ اسے ہارون کی بہن تیرا باپ کوئی بڑا آدمی تھا اور نہ تیری ماں ہی بدکار عورت تھی۔“

اس پر حضرت بگم فداوندی کچھ نہ بولیں اور بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ لوگوں نے تعجب سے کہا:

”ہم اس سے کیا بات کریں جو گھوڑے میں پڑا ہوا ایک بچہ ہے۔“ — بچے کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا کی اور وہ بول اٹھا۔ ”میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا۔ اور بابرکت کیا۔ خواہ میں کسی جگہ رہوں نماز اور زکوٰۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک میں زندہ رہوں، اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا۔ مجھے جبار اور شقی نہیں بنایا۔ سلام ہے مجھ پر جب میں پیدا ہوا اور جب میں مروں اور زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔“

قوم شیر خوار بچے کی زبان سے یہ کلام سن کر حیرت زدہ رہ گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ مریم پاک دامن ہے اور یہ بچہ اللہ کا نشان ہے۔ حیرت انگیز بچے کی شہرت دور و نزدیک پھیل گئی۔ کچھ لوگوں نے اس بچے کو یمن وسعدت کا ذریعہ سمجھا اور کچھ شریر لوگوں نے اپنی راہ میں رکاوٹ خیال کیا۔ تاہم حق و باطل اور خیر و شر کی آویزش میں اللہ تعالیٰ نے اس کی پرورش کا انتظام کر دیا۔

”ابن مریمؑ اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشان بنایا اور ان کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور چشمے اس میں جاری تھے۔“

سیمی روایات کے مطابق حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی حفاظت کے لئے دوبار وطن چھوڑنا پڑا۔ پہلے، میردیس بادشاہ کے عہد میں وہ انہیں مصر لے گئیں اور اس کی مرثیہ میں رہیں۔ پھر آرمینیا کے عہد حکومت میں ان کو گلیل کے شہر ناصره میں پناہ یعنی پڑی۔

یہودی حالت حضرت عیسیٰ کی بعثت کے وقت یہودی جہالت، شرکیہ رسوم اور بدعات اپنائے ہوئے تھے۔ توحید کو بھلا بیٹھے تھے۔ دولت کی برس نے باہمی سرپیٹوں اور عداوت پیدا کر دی تھی۔ اجمار و رہبان اس حد تک دنیا پرست ہو گئے تھے کہ وہ خود ساختہ کہانیز اور قصوں کو من جانب اللہ کہہ کر پیش کرتے اور بنی اسرائیل بلا چون و چرا ایمان لے آتے۔ دنیا کی لذات کی خاطر حرام دھمال کے قوانین تک کو بدل ڈالا۔ اور قوانین الہی کو مسخ کر دیا۔

سفلی اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کو قتل کر ڈالا۔ اس دور میں حضرت عیسیٰ سن شہد کو پہنچے اور رشد و ہدایت کے نصب پر فائز ہوئے۔ راہوں کی خانقاہوں اور امرار عملوں میں آوازہ سخت بلند کیا اور وحدت، خداوندی کی مشعل روشن کی۔ خدا کی بادشاہت کا مشرودہ سنایا۔ معجزات عیسیٰ ابن مریمؑ کو انبیائے سابقہ کی طرح معجزات عطا کئے گئے۔ ان کے چار معجزوں کی طرف قرآن حکیم اشارہ کرتا ہے ۱۔

۱۔ خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

۲۔ مادر زاد اندھوں کو بینا اور جذائی کو اس کے مرض سے نجات دیتے تھے۔

۳۔ مٹی کے پرندے بنا کر اس میں پھونک مارتے تو خدا کے حکم سے ان میں روح پڑ جاتی تھی۔

۴۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کس نے کیا کھایا، کیا خرچ کیا اور کیا گھر میں محفوظ رکھا ہے۔

پرندوں کی تجسیم کے معجزے کا ذکر مروجہ اناجیل اربعہ میں نہیں ہے۔ لیکن جوائیل کلیسائے

قبط (مصر) COPTIC CHURCH کی مستند ہے۔ اس میں صاف مذکور ہے۔ ڈاکٹر بیچ (BUDGE)

نے اپنی کتاب LEGENDS OF OUR LORD MARY کے مقدمہ ص ۶۹ میں نقل کیا ہے کہ ”وہ پرندوں کی شکل کے جانور بنا دیتے تھے جو اڑ سکتے تھے۔“ ۳

مادر زاد اندھوں کو بینا کر دینا حضرت عیسیٰ کا دوسرا معجزہ ہے۔ اس معجزے کا اناجیل میں متعدد

مقامات پر ذکر ہے۔ ۴

کوڑھیدوں کو تندرست کرنے کا ذکر دو جگہ ہے۔ ۵

مردوں کا اخیار انجیل میں مرقوم ہے۔ ۶

ان معجزات کو دیکھ کر یہود نے انہیں جادوگر اور شعبہ باز کہنا شروع کیا۔ یہودی مورتی جوڑنیں

(م ۱۰۰) نے اپنی تاریخ ”آثار یہود“ میں ان کا ذکر جادوگر کی حیثیت سے ہی کیا ہے جو جیش انسانی کلچر پر

میں بس اسی خیال کا اظہار کیا گیا ہے۔

تعلیمات عیسیٰ | انبیائے کرام کی تعلیمات کی غایت ایک ہی تھی اور وہ صرف یہ کہ راہ گم کردہ لوگوں کو اللہ کا پیغام سنایا جائے اور انہیں خدائی اطاعت کا سبق دیا جائے۔

حضرت عیسیٰؑ نے کسی نئے مذہب کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اسی دین کی دعوت دی جو حضرت موسیٰؑ اور دوسرے انبیاء لائے تھے۔ رائج الوقت اناجیل میں بھی اسکی واضح شہادت موجود ہے۔

متی کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے پہاڑی دعوتیں کہا:

”یہ نہ سمجھو کہ میں تودیت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے

نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں“۔

اسی طرح آسمان اور زمین کا مل جانا شریعت کے ایک نقطہ کے مٹ جانے سے آسان ہے۔“۔ انجیل کی زبان میں ”شریعت“ سے مراد شریعت موسوی ہی ہوتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے توحید، رسالت، کتاب، ملائکہ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔ آج بھی اناجیل کے معترف ہو جانے کے باوجود ان عقائد کی جھلک پائی جاتی ہے۔ برائیوں سے احتساب اور نیکیوں کے اختیار پر زور دیا گیا۔ اور خدا کے احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی تبلیغ کی گئی۔

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی دعوت کا آغاز ناصرو سے کیا ہے۔ پہلے مرطے پر بھائی بند اور اہل شہر مخالفت پر اتر آئے۔ یہودیوں نے بحیثیت قوم سرکشی اختیار کی اور کچھ رومی کی بنا پر اس پاکیزہ تعلیم کو روک کر دیا جس مٹھی بھر جماعت نے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو درست سمجھا اور اپنی زندگی ان کے مطابق ڈھال دی۔ قرآن ان لوگوں کو ”عزاسی“ کے لقب سے پکارتا ہے۔ بائبل میں ان کے لئے ”شاگردوں“ اور ”مسیحیوں“ جیسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

تین سال تک تبلیغ جاری رہی لیکن یہودی اپنی خباثت اور کچھ رومی کی بناء پر مخالفت میں سرگرم رہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے کہا: ”بنی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا۔“

یہودی کی سازش | یہودی رہنماؤں نے حکمران وقت کو ان کے خلاف بھڑکانا شروع کیا چنانچہ پہلے اپنی مذہبی عدالت میں ان پر مقدمہ چلا کر واجب القتل قرار دیا۔ پھر رومی عدالت میں یہی عمل دہرایا۔ حضرت عیسیٰؑ اور ان کے مخالفین کا یہ معرکہ ملک شام کے صوبے فلسطین میں پیش آیا تھا۔ شام اس وقت رومی سلطنت کا حصہ تھا۔ البتہ مقامی باشندے نیم خود مختاری و آزادی رکھتے تھے۔ شہنشاہ رومہ کی طرف سے شام کا وائسرائے نامزد کیا جاتا تھا۔ یہودیوں کو پرنسپل لاد کی آزادی حاصل تھی اور وہ

اپنے مقدمات خود فیصل کرتے تھے۔ تاہم سزا کے نفاذ کے لئے انہیں مجرم کو ملکی عدالت میں پیش کرنا پڑتا تھا۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ کو گرفتار کر کے رومی والسرائے کی عدالت میں پیش کیا گیا۔ وہ ان کی امتیازی اور اعلیٰ سیرت و کردار سے متاثر ہوا۔ اگر اس کے بس کی بات ہوتی تو وہ حضرت عیسیٰ کو مجرم نہ گردانتا۔ لیکن یہودی کاہنوں کے دباؤ نے اسے مجبور کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کو صلیب دیدے۔ نے ایک گلاس پانی منگو کر ہاتھ دھوئے اور سجوم کو مخاطب کر کے کہا کہ ”تم گواہ رہو میں اس بے گناہ کے خون سے بری ہوں“ یہ کہہ کر اس نے حضرت عیسیٰ کو صلیب دینے والوں کے حوالے کر دیا۔

ناجیل اور بچہ کی روایات کے مطابق انہیں نہایت کمپرتی کے عالم میں صلیب پر چڑھایا گیا۔ اور صلیب پر ان کی موت واقع ہوئی۔ تدفین کے تیسرے روز نبی اٹھے مسلمانوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب نہ دی جاسکی بلکہ صلیب دینے والوں پر یہ معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ اور حضرت عیسیٰ کو اللہ تعالیٰ اپنے طرف اٹھالیا۔ عیسائیوں کا ایک قدیم فرقہ باسیلیدیہ (BASILIDIOUS) اسلامی نقطہ نظر کا حامل تھا۔

۔۔۔۔۔ ماخذ و مطالبہ جانتا ۔۔۔۔۔

۲۸ - مریم	۲۵ - آل عمران
۲۷ - تفسیر مابعدی ج ۱ اول ص ۱۳	۳ - التوریم ۱۲
۲۶ - ۲۷ : ۱ - لوقا	۶ - فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۶ منقولہ تفصیل القرآن ج ۴
۲۹ - مریم : ۳۱ - ۳۰	۵ - لوقا ۱ - ۵
۳۰ - ۳۱ : ۲ - متی	۸ - متی : ۱۸
۳۳ - ۱۳ : ۲ - متی	۸ - المؤمنون : ۵۰
۳۳ - تفسیر مابعدی ج ۱ اول ص ۱۳	۱۲ - آل عمران : ۴۹
۴۰ - ۱۹ : ۱ - یوحنا	۱۴ - متی : ۲۶، ۳۰، ۴۰، ۲۵ - ۲۴
۴۱ - ۱۸ : ۱۱ - متی	۱۵ - متی : ۱۸، ۳ - ۱۱، ۱۴ - ۱۱
۴۲ - ۱۸ : ۹ - متی	۱۶ - متی : ۱۶، ۱۱ - ۱۴
۴۳ - ۱۴ : ۱۴ - لوقا	۱۷ - متی : ۱۴، ۱۵

تذکار

ٹیپو سلطان

روداداری اور بے تعلقی کا مظہر اتم

اقبال مرحوم نے غازی اسلام سلطان میسور حضرت ٹیپو شہید کو خراج عقیدت پیش کرتے

ہوئے کہا تھا۔ عہد شرق اند خواب او بیدار بود

گہری نظر سے دیکھنے والا محسوس کر گیا کہ شاعر مشرق نے کتنا صحیح تجزیہ کیا ہے۔ یورپ کے باطلی اور خردہ فروش تاجر بد قسمت انڈیا کو ہڑپ کرنے کی ترکیبیں سوچ رہے تھے، ایسے عالم میں واحد سلطان ہی تھا جس نے مستقبل کو بھانپا اور ہر ممکن تدابیر اختیار کیں تاکہ وطن عزیز غیروں کے قبضہ میں نہ جائے لیکن صادق و پورینا جیسے خدایان ازی کی ننگ حرامی نے سلطان کے خواب کو شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا۔ میسور کی چرچتی جنگ کے آخری دن جب شہید ملت نے محسوس کر لیا کہ وہ یکہ و تنہا ہے اور ننگ حرام کا رندے دشمن سے مل چکے ہیں تو اس نے ان دشمنان ملک و ملت پر آخری بار بالروسانہ نگاہ ڈالی اور کہا،

”اس خداری اور بے وفائی کا نتیجہ تمہیں اس وقت معلوم ہوگا جب تم اور تمہاری نسلیں ایک ایک دانہ چاول کو ترسیں گی۔ اور دنیا میں نہایت فلت و فکبت کی زندگی بسر کریں گی“

آخری وقت میں سلطان شہید کے منہ سے جو کچھ نکلا اسکی صداقت کی زمانہ گواہی دے رہا ہے۔ سلطان نے انگریز مکار کی فریب کاری کو محسوس کرتے ہوئے سب سے پہلے ”ہندوستان ہندوستان یوں کیلئے ہے“ کا نعرہ لگایا۔ اور سودیشی تحریک اور تحریک ترک موالات کو جنم دیا تاکہ ہند کے باسی اپنی اہمیت کو محسوس کریں اور عیار دشمن سے کسی قسم کا بھی رابطہ قائم نہ کریں۔ اس سلسلہ میں وہ اتنا حساس تھا کہ اپنے دسترخوان پر غیروں کا ننگ بھی گوارا نہ کرتا۔ (ماڈرن میسور ص ۳۱)

رعایا کو سخت تاکید کر دی کہ کرنا ننگ (انگریزی علاقہ) سے آنے والی چیزوں کو ہاتھ تک

نہ لگائیں۔ (ایضاً ص ۱۶۶) — فردا آگے بڑھ کر اس شہید کا ایک خط بنام خواجہ اعتمادی ملاحظہ فرمائیں:

”تہا رہی مرسلہ فہرست ادویات میں چند ایسے عطریات کے نام مندرج پائے گئے ہیں جو پوربہرین ملکوں کی پیداوار ہیں۔ لہذا حکیم محمد بیگ سے مشورہ کر کے ان کی بجائے یرنانی ادویات تجویز کریں۔ ۲۱ دسمبر ۱۸۵۷ء (صحیفہ ٹیپو ص ۲۶۶)

اسی خط کی روشنی میں اور سلطان کے بلند کردار کے پیش نظر میٹھک سوسائٹی جنرل اکتوبر ۱۹۱۹ء ص ۳۵ پر سابق دیوان میسور سردار کنت راج اس نے لکھا کہ:

”جس تحریک کو آج سوریشی تحریک کہا جاتا ہے اسکی بنیاد ٹیپو سلطان ہی نے ڈالی تھی اور اس سے مقصد اپنے ملک کو غیروں کی ممتا جی سے بچانا تھا۔“ صحیفہ ص ۲۶۶

لیکن انہوں نے کہ اہل ملک غیر کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالنے کا شاید تہیہ کر چکے تھے کہ کسی نے بھی اس کے مقصد کو نہ سمجھا۔ فیا حسرتاً۔ چونکہ ابھی تک غلامی کا خار چڑھا ہوا ہے اس لئے اب بھی عقل و ہوش سے کام نہیں لیا جا رہا۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد جب نگاہیں حقائق تک پہنچیں گی تو پھر سلطانی احکام و فرامین کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوگا۔

ٹیپو نے انگریزی پالیسی ”ڈیوائڈ اینڈ رول“ کو محسوس کر لیا تھا، جیسی تو اس نے تمام ہندوستان کے حکمرانوں جن میں نظام حیدر آباد مرہٹے، راجپوت، سکھ اور گورکھا تک شامل تھے (ماڈرن میسور) کو بار بار دعوت دی کہ مشترکہ اور بیرونی دشمن کا مقابلہ باہمی اتحاد سے ہی موزوں رہے گا۔ لیکن باقی کو تو چھوڑیئے کہ انہوں نے کیا سلوک کیا نظام جیسے مسلمان نے اپنی مسلمانی کا یوں ثبوت دیا کہ میر عالم کو کلکتہ بھیجا تا کہ گورنر جنرل کو سلطان سے لڑائی پر آمادہ کرے۔ (نشان حیدری)

حقیقت یہ ہے کہ انگریز ہندوستان میں مرٹ ٹیپو ہی کو اپنے راستے کا کاٹنا سمجھتے تھے۔ اگر دوسرے لوگ اس کے ساتھ تعاون کرتے تو یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ ملاحظہ فرمائیں انگریزی اعترافات کہ اصل میں خارج ٹیپو ہی ہے۔

”ہماری فوجی طاقت ایسی ہے کہ موقع دیکھ کر ہم آسانی سے پورے ہندوستان پر قابض ہو سکتے ہیں، لیکن ٹیپو کی طاقت اس میں خارج ہے اگر سرنگاپٹم پر قبضہ ہو گیا تو تمام معاملات آسان ہو جائیں گے لیکن اس کے لئے ایک سیم تیار کرنی پڑے گی۔“ (سرٹی مزد کا فرمان مندرجہ ایما پڑ ان الشیاء از میجر مارٹن ص ۱۸)

بورنگ نے اپنی کتاب حیدر علی و ٹیپو سلطان کے منہ پر اعتراف کیا:

”یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ٹیپو نے ان جنگوں میں جو تدابیر اختیار کیں اور جنگی چالیں

جلس انگریزی جنرل ان کے جواب سے قاصر تھے۔

میدان رزم میں مقابلہ نہ ہو سکا تو فریب کاری سے مزہ والی سکیم تیار کی اور اس طرح اس سنگ گراں کو راستہ سے ہٹایا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔
ایک اور انگریزی مورخ دو فطری رائے دیتا تھا اور بالکل صحیح کہ: ”ہندوستان میں انگریزوں کی راہ میں ٹیپو ہی ایک سنگ گراں تھا۔“

۱۷۹۹ء میں ٹیپو شہید ہوا۔ ۱۸۰۰ء میں ارکاٹ، تنجاور اور اودھ کی حکومتیں ختم ہوئیں۔ ۱۸۰۱ء میں نظام کی آزادی کا خاتمہ ہوا۔ ۱۸۰۲ء میں مرہٹے ٹھنڈے ہو گئے۔ (بٹن ۲۱۵) اور ۱۸۰۳ء میں عملا دہلی پر انگریزوں کا تسلط ہو گیا۔ اور نقشہ کو دیکھنے کے بعد یہ پتہ چلتا ہے کہ واقعی حارج ٹیپو ہی تھا۔ اس کا مقابلہ مشکل تھا وہ سنگ گراں تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں پورا برصغیر بالخصوص سلطنت خداداد اپنی خوشحالی میں ضرب المثل تھی۔ لیکن مٹھی بھر نمک براہوں کی بے غیرتی اور قوم فردوسی کی دجر سے وہ بہاریں ایسی بھیں کہ واپسی کا نام تک نہیں لیتیں۔

شہادت سے چند لمحات پہلے ٹیپو کے منہ سے نکلے ہوئے وہ جملے پھر دیکھیں تاکہ پتہ چلے کہ وہ خوشحالی و فارغ البالی کیوں منعقا ہے،

”اس غلاری اور بے وفائی کا نتیجہ تمہیں اس وقت معلوم ہو گا جب تم اور تمہاری نسلیں ایک ایک دانہ چاول کو ترسیں گی۔ اور دنیا میں نہایت ذلت و نکبت سے زندگی بسر کریں گی۔“

ہاں تو سلطنت خداداد کے متعلق چند جملے انگریزی قلم سے نکلے ہوئے ملاحظہ فرمائیں اس

لئے کہ والفضل ما تمہدت بہ الاحداع۔

”ٹیپو کے زیر حکمرانی میسور تمام ہندوستان میں سب سے زیادہ سرسبز اور اس کے باشندے سب سے زیادہ خوشحال تھے۔“ (میجر ٹارنس ایمپائر ان ایشیا ص ۲۱۱)
جب ہم اس (ٹیپو) کے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت و حرفت کی ترقی کیوجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جارہے ہیں۔ رعایا اپنے کاموں میں مصروف و منہمک ہے۔ زمین کا کوئی حصہ بھی بخر نظر نہیں آیا۔ قابل کاشت زمین جس قدر بھی مل سکتی ہے۔ اس پر کھیتیاں لہرا رہی ہیں۔ ایک انچ زمین بھی بیکار

نہیں تھی۔ رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبت اقم درجہ موجود ہے۔ فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں بھی پیچھے نہیں۔“ (سفرنامہ ٹیپو)

اور اس خوشحالی کا اصل سبب یہ تھا کہ مرحوم نے زمینداری سسٹم کی لعنت کو ختم کر کے شرعی طریق سے زمین تقسیم کر دی تھی۔ (ماڈرن میسور)

اپنی ان گونا گوں خبریوں کی وجہ سے ٹیپو اتنا ہر و لعزیز تھا کہ سرنگاپٹم کے باشندوں نے اپنی دولت انگریز کو پیش کرنا چاہی کہ وہ سلطنت ٹیپو کے خاندان میں چھوڑ کر چلے جائیں۔ (مورخ سنکلیئر)

لیکن انگریز کا اس مطالبہ پر آمادہ نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے۔ سب سے بڑے کانٹے کو راستہ سے ہٹا کر اب اسکی اولاد کو متحد کون دیتا تھا؟ تاہم اس مرحلہ پر ایک سوال ہے کہ اس قدر جبری، بھادور، خدا ترس، نفیر منس، غیرتور و ہر و لعزیز بادشاہ ”تاریخی نوادرات“ میں سب سے زیادہ بدنام کیوں ہے؟

انگریزی فکر کو سمجھنے والے لوگ تو بہر حال جانتے ہوں گے کہ ”لٹاؤ اور حکومت کرو“ کی پالیسی کا تقاضا ہی یہ تھا کہ اقوام ہند کے درمیان نفرت و حقارت پیدا کرنے کیلئے انگریز مؤرخین مادر پدر آزاد قسم کی تاریخ مرتب کر کے شاہان ہند بالخصوص ٹیپو اور اورنگ زیب غازیوں کو خوب کوہن، رہ گئے نام نہاد مسلم مؤرخین تو انہیں لارڈ میکالے نے جو جام پلایا تھا اس کے نشہ کے بعد کسی خیر کی توقع ہی عبت ہے کیونکہ — عہد غلامی میں بدل جاتا ہے تو مومن کا ضمیر۔

ہندی تاریخ کا سب سے بہتر تجزیہ علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

”پالیٹکس کے کھیل سے اس ملک کا علم تاریخ بھی بچا ہوا نہیں بلکہ صاف صاف کہنا چاہئے کہ یہی وہ بیج ہے جس سے ہندوستان کا مشہور بھیل ”بھوٹ“ پیدا ہوتا ہے۔ مسلمانوں کی اچھائی اور بڑائی کی بہت سی باتیں کہی جاسکتی تھیں۔ مگر ان کے بعد ملک میں جو حکومت آئی۔ اس کے زمانہ میں تعلیم کا سررشتہ پورا کا پورا غیر ملکیوں کے ہاتھ میں تھا۔ ان لوگوں کے ہر جھٹے کی ہر طرف سے یہ کوشش تھی کہ اپنے راج کی بڑائی کو ہر ہندوستانی کے دل میں بٹھا دے۔ اور ساتھ ہی ایک ایسا کرتب کرے جس سے ان کے دل کے شیشے ٹوٹ کر پھر جھٹنے نہ پائیں۔

تعلیم کے سارے منصوبوں میں اس کام کیلئے تاریخ کے سوا اور کوئی چیز مناسب نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے اس ملک کیلئے تاریخ کی جو کتابیں شروع سے آخر تک لکھیں اور پڑھائیں ان میں یہی باتیں سو سو طرح الٹ پلٹ کر سمجھائیں اور پڑھائیں کہ جو دل ان سے لڑتے تھے پھر اب تک جُٹ نہ سکے۔" (معارف مہ، اپریل ۱۹۴۵ء)

مرحوم سید صاحب کے اس تجزیہ کے بعد مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان اسکی روشنی میں سلطانی خطوط کے انگریز مرتب کرکے پیٹرک کے کردار کا جائزہ لیں کہ وہ بیک وقت سلطان کے متعلق کس قسم کے خیالات کا اظہار کرتا ہے۔

"ان مکاتیب کے پیش کرنے سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں سلطان کی شخصیت کو قارئین کے قریب سے قریب تر لاؤں، اس کے سیاسی مالی اور تجارتی انتظام کو واضح کرتے ہوئے اس زمانہ کی تاریخ پر بھی روشنی ڈالوں۔ یہاں یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ سلطان نہ صرف سخت محنت تھا بلکہ اپنے فرائض کا حد درجہ پابند بھی تھا۔۔۔۔۔ ان مکاتیب کے مطالعہ سے معلوم ہو گا کہ ان کا مصنف یعنی سلطان نہایت ہی منتظم اور غیر معمولی محنتی شخص تھا۔ اس کا ہر کام باقاعدہ تھا۔۔۔۔۔ سلطان اپنے منشیوں سے بہت کم کام لیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت زیادہ مکاتیب خاص اسکی تحریر میں ملتے ہیں۔۔۔۔۔ مختصر الفاظ میں مطالب کو ادا کرنا سلطان کا ایک خاص وصف ہے۔۔۔۔۔ ان مکاتیب کے آئینہ میں بیک وقت اگر ان کے مصنف کی غیر معمولی ذہانت، اختراعی قوت، بھرپور قابلیت اور انتظامی صلاحیت نظر آتی ہے تو ساتھ ہی یہ بھی نظر آتا ہے کہ وہ ایک بے رحم اور بے درد دشمن، ایک غیر روادار متعصب، ایک سفاک دے انصاف حاکم، ایک شوریدہ سرخاں، ایک ریاکار سازشی، ایک خوشخوار دے ہر فرمانروا، ایک سبک سرد، تلون مزاج حاسد ایک ہلکی اور جزر پس طبیعت کا کفایت شعار ایک بساطی اور خردہ فروش تاجر بھی تھا۔"

آپ اندازہ فرمائیں کہ گوری چٹڑی دے لے مکار دکنیت صفت دشمن نے سلطان شہید جیسے صاحبِ تقویٰ و درع، خوددار و غیرتدار اور بے تعصب و رواداری کے مظہر اتم کے متعلق ایک ہی سانس میں کتنی متضاد باتیں کہہ دی ہیں۔ ابتدائی پیرا گراف تو حقیقت کا اظہار ہیں جبکہ آخری جملے مخصوص مقاصد

کو پورا کرنے کیلئے لکھنے ضروری تھے آخر سلطان سب سے بڑا انگریز دشمن ہو تھا۔

کرک پٹرک کا یہ لکھنا خالی از وجہ نہیں سلطان نے — گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے — کا نعرہ رستا خیز بلند کیا اور جب تک اس کی روح نفس عنفری سے پرواز نہ کر گئی اس نے بقالان یورپ کو شکمہ کا سانس نہ لینے دیا۔ بلکہ تاریخ سلطنتِ خدا داد کے مصنف کی شہادت ہے کہ جب سلطان شہید ہو کر گرا تو اس کی آنکھیں کھلی بھٹیں، لبوں پر مسکراہٹ تھی۔ تلوار کے دستے کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے تھا۔ اور جسم اس قدر گرم تھا کہ لارڈ ولزلی کو شہر ہوا کہ سلطان ابھی زندہ ہے۔ بغضِ دیکھی تب اسے اطمینان ہوا، اور جنرل بیرس فرطِ مسرت سے پکار اٹھا — ”آج ہندوستان ہمارا ہے“

اس کردار کے ملک انسان کے متعلق کرک پٹرک اتنا بھی نہ لکھے — اور ایک کرک پٹرک ہی نہیں پوری دنیا، نصرانیت کا یہی عالم ہے۔ کہ انہیں رات کو خواب میں بھی اس شیر دل انسان کی تشبیہ دکھائی دیتی ہے۔ اور انہوں نے اس کو جی بھر کر کوسنا اپنا محبوب مشغلہ بنا رکھا ہے۔ انگریزی دنیا کی بے فزاری و بے چینی کا حال کیتان ٹل سے پر بھیں :

”گذشتہ چند سالوں سے انگریزی زبان کے ان تمام الفاظ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جا رہا ہے جس سے ٹیپو کو بدنام کیا جاسکے۔ لغات میں ذیل سے ذیل الفاظ سلطان کی مذمت کی غرض سے تلاش کر کے نکالے جا رہے ہیں، باوجود اس کے بہت سے لوگوں کو رنج ہے کہ زبان میں اس قدر وسعت نہیں کہ ٹیپو سلطان کو دل بھر کر گالیاں دی جائیں، اس لئے یہ لوگ نئی اصطلاحات وضع کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔“ (سفر نامہ ٹل از ایڈورڈ مورداؤن میسور ۲۲)

دیکھا اس فدائے وطن، غازی اسلام اور محابہ فی سبیل اللہ کے متعلق انگریز دنیا کس انداز سے سوچتی ہے؟ لیکن اگر یہ سب کچھ انگریز کے قلم سے نکلتا تو چپ سادہ لیتے۔ جب میکالے کے معنوی فرزند اور ولایتی مرعی کے دیسی بچے اس قسم کی حرکات کرتے ہیں اور مجاہدینِ حریت و کشتگانِ نسیم و رضا کو کستے ہیں، تو دل خیزن کے آنسو روتا ہے۔

سلطان کی بے تحشی، رعایا پروردی، رواداری اور اس قسم کی دوسری پاکیزہ صفات پر ضخیم و فائز مرتب ہو سکتے ہیں، لیکن محبتِ امردہ میں چند خطوطِ سلطانی پیشِ خدمت ہیں اس لئے کہ خطوطِ انسانی عذبات کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔

میسور کی تیسری جنگ میں انگریزوں، مرہٹوں اور نظام نے اتحادِ ثلاثہ کے تحت سلطنتِ سلطان